بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَى خَاتَمِ الأَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِين، نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِهِ وَصَحْبِهِ أَجْمَعِين،

أَمَّا بَعْدُ:

31: سلف صالحین کا موقف بدعتیوں کے تعلق سے- حصہ دوم

کن سلفیاً علی الجادۃ، لفضیلۃ الشیخ عبدالسلام ابن سالم السحیمی حفظہ اللہ کے اس پیارے رسالے کی شرح کا درس جاری ہے۔ پچھلی نشست میں ایک نئے باب سے درس کا آغاز کیا تھا اور ہم نے اس موضوع پر بات کی تھی "موقف السلف الصالح من المبتدعة" (سلف صالحین کا بدعتیوں کے متعلق کیا موقف ہے)۔

اور پچھلے درس میں ہم نے یہ بتایا تھا کہ سلف کا موقف یہ تھا کہ خود محتاط ہونا اور دوسروں کو متنبہ کرنا یا آگاہ کرنا اہل بدعت اہل اہواء سے جو سنت کے مخالفین ہیں اور پھر اس موقف کی تائید اور تاکید کے لیے شیخ صاحب حفظہ اللہ نے بعض احادیث بیان فرمائیں جن میں عمومی طور پر بدعت کا رد ہے اور اہل بدعت کا بھی رد ہے خصوصی طور پر اور آج کی نشست میں ہم اس درس کو آگے کرتے ہوئے شیخ صاحب کے اس جملے سے درس کا آغاز کرتے ہیں شیخ صاحب فرماتے ہیں:

"فلهذه النصوص المتقدمة وما في معناها" (یہ جو نصوص اوپر بیان کر چکے ہیں ہم اور ان کے معنی میں جو دوسرے نصوص ہیں ان کی وجہ سے) "فقد حذر أئمة السلف من البدع والمبتدعة" (آئمہ سلف نے تحذیر کی ہے متنبہ فرمایا ہے دوسروں کو اور آگاہ کیا ہے بدعت سے اور اہل بدعت سے) "وامتلأت كتبهم ومؤلفاتهم بالرد على البدع وأهلها" (اور ان کی کتابیں اور تصنیفات بھری پڑی ہیں بدعت اور اہل بدعت کے رد میں) "والتحذير من ذلك" (اور ان بدعتیوں سے، بدعت سے اور اہل بدعت سے تحذیر، تنبیہ اور آگاہ کرنے سے)۔

پھر شیخ صاحب فرماتے ہیں:

1-"فقد روى مسلم في صحيحه"۔اب جب شیخ صاحب نے یہ بات بیان فرمائی ہے کہ سلف صالحین کی کتابیں بھری پڑی ہیں بدعت کے رد میں اور اہل بدعت کے رد میں اب کوئی ثبوت تو چاہیے نا کہ کس کتاب میں کہاں پر کوئی ذکر ہوا ہے تاکہ ہمیں بھی پتہ چلے کہ شیخ صاحب جو بات فرما رہے ہیں وہ حق ہے۔ تو شیخ صاحب فرماتے ہیں سب سے پہلی کتاب اور پہلی مثال جو وہ بیان فرما رہے ہیں"فقد روى مسلم في صحيحه"((کون سی کتاب ہے؟) صحیح مسلم)۔کس نے روایت کی؟الامام ابوالحسین مسلم بن الحجاج القشیری النیسابوری رحمۃ اللہ علیہ،وفات 261 ہجری۔"فقد روى مسلم في صحيحه عن يحيى بن يعمر وحميد بن عبد الرحمن"(امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صحیحہ مسلم میں یہ حدیث بیان فرمائی ہے جس میں یحییٰ بن یعمر اور حمید بن عبدالرحمٰن (رحمہما اللہ) دونوں تابعین ہیں)"قال يحيى لعبد الله ابن عمر رضي الله عنه"(یحییٰ بن یعمر نے سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ کہا)"إنه قد ظهر قبلنا أناس يقرؤون القرآن ويتفقرون العلم وذكر شأنهم"۔یہ حدیث صحیح مسلم کی پہلی حدیث ہے میں شروع سے اس حدیث کو بیان کردوں کیونکہ شیخ صاحب (حفظہ اللہ) نے صرف شاہد کو بیان کیا ہے کہ اہل بدعت کا رد ہوا ہے بدعتیوں کا رد ہوا ہے،ہم یہ بات کر رہے ہیں موقف تھا سلف صالحین کا۔ صحابی سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اور یہ دو سوال کرنے والے تابعین نے جب یہ سوال کیا اہل قدر (تقدیر کے منکرین) کے تعلق سے تو سیدنا عبداللہ بن عمر (رضی اللہ عنہما) نے انکار کیا رد کیا برأت کا اظہار کیا آگے میں پورا بتاؤں گا لیکن پہلے میں پوری حدیث بتانا چاہتا ہوں ابتداء میں بہت اہم پیغام ہیں طلاب علم کے لیے پھر ہم اس شاہد کی طرف آئیں گے ان شاءاللہ۔

پوری حدیث سند بیان کرنے کے بعد امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں"عن يحيى بن يعمر قال كان أول من قال في القدر بالبصرة معبد الجهني"(سب سے پہلے تقدیر کا انکار جس نے کیا بصرہ میں اس شخص کا نام تھا معبد الجہنی)۔یحییٰ بن یعمر (رحمۃ اللہ علیہ) تابعی ہیں بصرہ میں رہتے ہیں ایک شخص نکلا ہے اس شخص کے متبعین بھی ہیں (جیسے آگے بیان ہوا روایت میں) اُس شخص نے تقدیر کا انکار کیا تقدیر کا منکر ہے اور اس کی پیروی کرنے والے لوگ بھی اس کے ساتھ موجود ہیں بصرہ میں۔ تو سب سے پہلے جگہ متعین کی اور نام متعین کیا یحییٰ بن یعمر فرما رہے ہیں جو تابعی ہیں اس سے کیا ہمیں سبق ملتا ہے؟کہ سلف صالحین اہل بدعت کے صرف نام ہی نہیں جگہ بھی تحدید کرتے تھے تاکہ بات نمایاں ہو جائے اور واضح ہو جائے،اور یہ بھی ہمیں خبر ملتی ہے اگر عقیدے کے اصول میں یا شریعت کے کسی مسئلے میں کوئی آپ

کو خرابی نظر آتی ہے تو پھر اس کے بارے میں سوچنا چاہیے اس کی اہمیت کو جاننا چاہیے۔ تو شریعت کے نصوص اور شریعت کے معاملات میں اگر کوئی شخص کسی غلطی کا ارتکاب کرتا تو شریعت کی اہمیت سب سے آگے ہوتی۔ "فانطلقت أنا وحميد بن عبد الرحمن الحميري" (کہتے ہیں کہ میں اور میرے ساتھ حمید بن عبدالرحمٰن الحمیری (رحمہ اللہ) جو دوسرے راوی ہیں جو ان کے ساتھ دوسرے تابعی ہیں) "حاجين أو معتمرين" (یا حج کی نیت تھی ہماری یا عمرے کی (یعنی الغرض ہم مدینے کی طرف آئے یعنی حرمین شریفین کی طرف آئے))۔

اب یہ دیکھیں یہاں پر حج اور عمرے کی نیت بھی ہے اور ساتھ ساتھ طلب علم بھی ہے اور اس مسئلے کا حل بھی ڈھونڈنا ہے۔ ایک شخص نئی بات کر رہا ہے لوگوں کو گمراہ کر رہا ہے تو ہم جاتے ہیں اس مسئلے کا حل بھی ڈھونڈتے ہیں اور حج و عمرہ بھی کر لیتے ہیں تو ایسی نیت کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اگر آپ عمرہ کرنا چاہتے ہیں اور ساتھ کوئی بزنس بھی کرنا چاہتے ہیں وہ شرعاً جائز ہے کوئی حرج نہیں ہے، اگر آپ عمرہ کرنا چاہتے ہیں یا حج کرنا چاہتے ہیں اور ساتھ ساتھ آپ طلب علم کے لیے بھی آتے ہیں یا کوئی مسئلہ دریافت کرنے کے لیے یا کسی مسئلے کو سمجھنے کے لیے بھی آپ آتے ہیں تو آپ کے حج و عمرے کی نیت میں کوئی فرق نہیں پڑتا بلکہ بعض سلف سے یہ ثابت ہے کہ مسئلے کے حل کے لیے آتے اور عمرہ بھی کر لیتے (اصل نیت مسئلے کا حل ہوتا اور ساتھ عمرہ بھی کر لیتے)۔

"فقلنا" (پھر ہم نے یہ کہا) "لو لقينا أحدا من أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم" (اگر ہم اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب میں سے کسی کو پا لیتے)۔ کیا ہمیں سبق ملتا ہے؟ (۱) علماء کی اہمیت۔ (۲) صحابہ کرام سارے علماء ہیں۔ "أحدا من أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم" اور یہ سخت رد ہے ان حنفیوں کا جو کہتے ہیں کہ "صحابی کو فقیہ ہونا لازمی ہے اگر فقیہ صحابی نہیں ہے تو اس سے علم حاصل کرنا یا اس کی بات ماننا لازمی نہیں ہے یہ درست نہیں ہے کیونکہ وہ فقہی غلطی کرتا ہے تو اس لیے ہم اس کی بات نہیں سنتے"۔ ذرا غور کریں مسئلہ عقیدے کا ہے تقدیر کا مسئلہ ہے اہم مسئلہ ہے اور پھر "فقلنا لو لقينا أحدا من أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم"، "أحدا من أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم" (کوئی بھی صحابی ہونا چاہیے)۔

"فسألناه عما يقول هؤلاء في القدر" (پس ہم اس سے سوال کر لیتے کہ یہ لوگ تقدیر کے بارے میں کیا کہہ رہے ہیں)

"فوُفّق لنا" (پھر اللہ تعالیٰ نے ہمیں توفیق دی ہے) "عبد الله بن عمر بن الخطاب" (تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہمیں توفیق

ملی ہے کہ ہمیں سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما مل گئے ہیں)"داخلاً المسجد"(مسجد میں داخل ہوتے ہوئے)۔اور یہاں پر ہمیں یہ بھی سبق ملتا ہے کہ طالب علم موقعے کی تلاش میں ہمیشہ رہتا ہے شرم اگر کرتے رہوگے تو علم حاصل نہیں کر پاؤگے۔ مسجد میں داخل ہو رہے ہیں فرماتے ہیں"فاكتنفته أنا وصاحبي"(ہم دونوں ایک اس طرف اور دوسرا اس طرف)"عن يمينه وشماله"(ایک طرف یعنی کندھے کے قریب آگئے دونوں طرف (یعنی ہم نے گھیر لیا))۔

بعض اوقات علماء کو بھی گھیرنا پڑتا ہے ادب کے دائرے میں رہ کر جب معاملہ اہم ہوتا ہے(تو دونوں طرف ہم لوگ آ گئے ہیں)۔ پھر میں نے یہ گمان کیا کہ میرا ساتھی مجھے بولنے دے گا پھر میں نے کہا وہ خاموش رہا۔ یہ بھی ادب ہے سوال کرنے کا کہ بعض لوگ دو چار لوگ ایک بات کر لیتے ہیں اب سوال سب نے کرنا ہے اور چار لوگ بول پڑتے ہیں کوئی ادھر سے بول رہا ہے کوئی ادھر سے بول رہا ہے کوئی ادھر سے بول رہا ہے اور بے چارا عالم یہ دیکھ رہا ہوتا ہے کہ کس کی بات سنوں کس کی بات نہ سنوں کیا ہو رہا ہے! اور جیسے آپ سوال پوچھیں گے جواب بھی ویسا ہی آئے گا بتاؤں میں آپ کو تو اس لیے پہلے سے یہ متعین کر لینا چاہیے کہ کس نے بات کرنی ہے۔ہاں، اگر بات کرنے والے میں کوئی کمی ہو جائے تو پھر ساتھی اس کو لقمہ دے سکتا ہے یا اس کی بات آگے کر سکتا ہے لیکن ادب یہ ہے کہ کسی سے اگر سوال کرنا ہے تو سوال بھی اچھے طریقے سے ہونا چاہیے تاکہ جواب اچھے طریقے سے آپ کو ملے۔

تو کہتے ہیں مجھے یہ گمان تھا کہ میرا ساتھی مجھے بولنے دے گا یعنی یہی ہوا میں نے بولا اور دیکھیں حدیث کے شروع سے لے کر آخر تک وہ دوسرا نہیں بولا کیونکہ جب بات ہی پوری ہو گئی تو اسے بولنے کی کیا ضرورت ہے اصل طلب علم مقصد ہے نا یہ تو نہیں کہ دیکھو صحابی کے سامنے میں بھی دکھاؤں کہ میں بھی طالب علم ہوں میں بھی کچھ جاننے والا ہوں۔ نہیں نہیں نہیں! وہ علم حاصل کرنے کے متلاشی تھے وہ حق کی تلاش میں رہتے تھے، مسئلہ تھا اس کا حل جاننے کے لیے اتنا لمبا سفر کیا۔خواہش نفس ہوتی ہے نا انسان کی شیطان خون میں دوڑتا ہے کہ نہیں؟ ارے وہ بول رہا ہے میں بھی تو ذرا بول لوں نا ذرا پتہ چلے صحابی رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کہ میں بھی کوئی طالب علم ہوں میں بھی لمبا سفر کر کے آیا ہوں! شروع سے آخر تک اس نے کچھ بولا نہیں ایک ہی بولتا رہا، دیکھیں کیا بولتے ہیں کہتے ہیں:

"قال يحيى بن يعمر لعبد الله ابن عمر رضي الله عنه إنه قد ظهر قبلنا ناس"(کہ یقیناً ہماری طرف کچھ ایسے لوگ نکلے ہیں)"يقرءون القرآن"(قرآن مجید کی تلاوت کرتے ہیں(عجب بات ہے!))"ويتقفرون العلم"(اور مجالس علم کی تتبع

کرتے ہیں ڈھونڈتے ہیں کہ مجلس علم کہاں پر ہے تاکہ وہاں پر بیٹھیں اور علم حاصل کریں)۔ قرآن کی تلاوت بھی کرتے ہیں علم حاصل کرنے کے لیے جدوجہد کرتے ہیں عجب بات ہے!"وذكر من شأنهم"(اوران کے بارے میں اور بھی جو اچھے کام تھے وہ بھی بتائے)"وأنهم"(اور یہ بات بھی ہے(وہ یہ کہتے ہیں))"وأنهم يزعمون"(وہ یہ دعویٰ کرتے ہیں)"أَنْ لَا قدر"(کہ کوئی تقدیر نہیں ہے)۔

توپہلے پھر یہ اُن کی تعریف کیوں کی یہ موازنات میں سے ہے؟ نہیں! یہ موازنات میں سے نہیں ہے موازنات ہوتا ہے جب عالم جواب دیتے ہوئے دونوں باتیں کرے،جب سائل سوال کر رہا ہے تو انصاف کا یہی تقاضہ ہے تاکہ عالم کو یہ پتہ چلے کہ لوگوں کی کیفیت نوعیت کیا ہے۔یعنی اگر قرآن کی تلاوت بھی کرتے ہیں ان کو کیوں شک ہوا اب اتنی دور سے سفر کیوں کیا؟ بھئی قرآن پڑھتے ہیں، طلب علم بھی ہے نماز بھی ہے،اوراچھی اور بھی چیزیں ہیں لیکن تقدیر کا انکار بھی کرتے ہیں کیسے ممکن ہے کہ ایک مسلمان ہو کر نمازی ہو کر قرآن کی تلاوت کرنے والا طالب علم ہو کر تقدیر کا انکار کر سکتا ہے؟! یہ تعجب ہوا اس لیے انہوں نے انصاف سے کام لیا کہ بھئی ایسا معاملہ ہے ان لوگوں کا لیکن یہ لوگ تقدیر کا انکار بھی کرتے ہیں۔توسوال میں انصاف ہے کہ نہیں؟

اس لیے آپ نے جب کسی عالم سے سوال کرنا ہے اور کسی شخص کے بارے میں سوال کرنا ہے اور آپ کو پتہ نہیں ہے کہ وہ ٹھیک کہہ رہا ہے یا غلط کہہ رہا ہے آپ اس کی دونوں باتیں سامنے رکھیں فیصلہ عالم کو کرنے دو خود فیصلہ مت کرو۔ بعض لوگ کیا کرتے ہیں کہ کسی طالب علم یا عالم کے بارے میں پہلے ایک دماغ بنا لیتے ہیں کہ بدعتی ہو گا یا یہ اہل سنت سے خارج ہے یا یہ بُرا انسان ہے۔ہو سکتا ہے کہ یہ آپ کے گمان میں آپ کی غلط فہمی ہو! اس لیے اگر کسی عالم سے کسی کے بارے میں پوچھنا ہے تو پھر آپ اس کے سامنے پوری بات رکھیں کہ وہ شخص یہ بھی کرتا ہے یہ بھی کرتا ہے اور یہ بھی کرتا ہے۔

بعض لوگ کیا کرتے ہیں کہ بعض چیزیں چھپا لیتے ہیں،کوئی شخص مجھے پسند ہے دو باتیں غلط کروں گا دو اچھی کروں گا اور جو غلط ہے بڑی غلطی نہیں بیان کروں گا چھوٹی غلطی بیان کروں گا۔ناانصافی ہے،کیونکہ بعض لوگوں کو دیکھا گیا ہے کہ کسی عالم کے بارے میں اگر کسی شخص سے سوال کرتے ہیں، کسی گروہ سے سوال کرتے ہیں تو پھر ذرا دھوکے سے کام لیتے ہیں۔

شیخ بن باز (رحمۃ اللہ علیہ) سے سوال کیا گیا تبلیغی جماعت کے تعلق سے، بڑی غلطیاں بیان نہیں کی گئیں، چھوٹی موٹی غلطیاں بھئی وہ تو سب سے غلطیاں ہوتی ہیں، لیکن جب شیخ صاحب کو معلوم ہوا کہ عقیدے میں غلطی ہے منہج میں غلطی ہے پھر جو دوسرا فتویٰ کیا تھا ان کا؟ منع کیا تحذیر کیا الا یہ کہ کوئی عالم ہو جو ان کے ساتھ جائے اور نصیحت کرے ان کو۔ لیکن پہلا فتویٰ کیا تھا؟ کہ بڑے اللہ والے لوگ ہیں اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والے لوگ ہیں، اچھا کام کرتے ہیں ان کے ساتھ جاؤ تم بھی جاؤ تبلیغ میں۔

اب دونوں فتاویٰ میں زمین اور آسمان کا فرق کیوں ہے؟ کیونکہ سائل نے پہلے جو سوال کیا تھا اس میں انصاف نہیں تھا دوسرے سائل نے سوال کیا انصاف کے ساتھ تو جواب تبدیل ہوا کہ نہیں ہوا؟

اس لیے طالب علم کو چاہیے کہ خاص طور پر ردود کے تعلق سے یا کسی شخص یا کسی گروہ کے تعلق سے تا کہ ناانصافی نہ ہو جائے، دیکھیں ہم نے اپنے ربّ کو جواب دینا ہے اس لیے اخلاص نیت کے ساتھ سوال کریں کسی کی محبت یا کسی کی نفرت کی وجہ سے اگر ہم اپنی زبان سے غلط بیانی کرتے ہیں یعنی کسی کی محبت کرتے ہوئے اسے آگے بڑھاتے ہیں اگرچہ وہ غلطی پر بھی ہے یا کسی سے نفرت کرتے ہیں اس کی غلط بات کو بیان کرتے ہوئے اگرچہ اس میں خوبی بھی ہے، نہیں! آپ سائل ہیں آپ سوال کریں اور دونوں باتیں بیان کریں انصاف سے کام لیں سب سے بڑی غلطی سب سے بڑی اچھائی۔

سب سے بڑی اچھائی کیا ہے ان لوگوں کی؟ "يقرءون القرآن" طلب علم، "وذكر من شأنهم" اور بھی، یعنی جو طالب علم قرآن مجید کی تلاوت بھی کرتے ہیں اور طلب علم میں بھی کوشاں رہتے ہیں، "اذا يتبعون مجالس علم" یعنی علم کی مجالس بھی دیکھتے ہیں اور اور بھی خوبیاں بیان کی ہیں۔

"وأنهم يزعمون أنْ لَا قَدر وأن الأمر أنف" (کوئی تقدیر نہیں ہے اور اُمر اُنف ہے (یعنی مستانف ہے))۔ یعنی اللہ تعالیٰ کسی چیز کو جب تک ہوتی نہیں ہے اللہ تعالیٰ جانتا نہیں ہے، جب تک کوئی چیز وقوع پذیر نہیں ہوتی (ہوتی نہیں ہے) وجود میں نہیں آتی اللہ تعالیٰ اس سے پہلے اس چیز کے بارے میں کچھ نہیں جانتا (نعوذ باللہ)۔

تو خالق اور مخلوق کے علم میں کیا فرق رہا؟! مجھے کب پتہ چلتا ہے کہ کون سی چیز ہوئی ہے یا کون سی نہیں ہوئی جب تک ہوتی نہیں ہے؟ (نعوذ باللہ من الخذلان)۔ یہ غلط فہمی کیوں ان سے ہوئی؟ کیونکہ انہوں نے کہا کہ اگر اللہ تعالیٰ پہلے سے

جانتا ہوتا کہ کافر نے کفر کرنا ہے تو پہلے روک دیتا اسے تو اللہ تعالیٰ کافر کے کفر کو جانتا ہے جب کفر کرلیتا ہے، چور کی چوری کو جانتا ہے جب چوری کر لیتا ہے (سبحان اللہ)۔ کہتے ہیں "کہ اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے نا تو اس پر رحمت کیوں نہیں کی؟ اس لیے لازم ہے اللہ تعالیٰ پر کہ اللہ تعالیٰ نہیں جانتا تھا اور یہ بھی لازم نہیں کہ اس کو سزا دے"۔

اللہ تعالیٰ پر کیا واجب ہے کیا واجب نہیں ہے کیا لازم ہے کیا لازم نہیں ہے اس حقیر فقیر مخلوق کی تُک بنتی ہے کوئی ایسی بات کرنے میں؟! عجب بات ہے واللہ! ہم اپنے سے بڑے کسی عہدے پر شخص کے متعلق ایسی بات نہیں کر سکتے کہ یہ پولیس والا ہے یا یہ جیلر ہے یہ فلان ہے اس کو ایسے نہیں ایسا کرنا چاہیے تھا کہہ سکتے ہیں؟! پکڑ ہوتی ہے نا ڈر لگتا ہے اگرچہ سچ بھی ہو۔ تو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھتے ہوئے شرم نہیں آتی! اللہ تعالیٰ کے تعلق سے ایسی بات کرتے ہوئے شرم نہیں آتی!

الغرض "الأمر أنف" کہ ہر چیز اپنی مرضی سے ہوتی ہے اللہ تعالیٰ کا کوئی دخل اس میں نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ جانتا ہی نہیں ہے جب تک کوئی چیز ہوتی نہیں ہے اللہ تعالیٰ اس کے بارے میں نہیں جانتا۔ اور جو قدریہ تھے وہ تقدیر کے پہلے دونوں پہلے مرتبے کے منکر تھے "العلم والکتابۃ" (نہ تو اللہ تعالیٰ نے کچھ جانا ہے اور نہ کچھ لکھا ہے)۔ یہ کون تھے؟ قدریہ۔ معبد الجہنی ان ہی میں سے تھا، سوسن نصرانی بھی ان ہی میں سے تھا۔

پھر معتزلہ آئے معتزلہ نے کیا کیا جب انہوں نے دیکھا کہ ان کا رد کیا ہے سلف صالحین نے اب انہوں نے کہا کہ نہیں نہیں دیکھیں یہ بات بالکل غلط ہے کہ اللہ تعالیٰ جانتا نہیں ہے، اللہ تعالیٰ جانتا ہے لکھ بھی دیا ہے۔ تو پہلے دو مرتبوں کا اقرار کیا اور باقی دو کا انکار کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے چاہا نہیں ہے اللہ تعالیٰ نے کفر کو نہیں چاہا اور نہ ہی کفر کو پیدا کیا ہے۔ کفر کس نے پیدا کیا ہے کس نے چاہا ہے؟ مخلوق نے چاہا ہے، مخلوق خود کفر کو پیدا کرنے والی ہے اللہ تعالیٰ اس کے کفر کو پیدا کرنے والا نہیں ہے، مخلوق خود چاہتی ہے اللہ تعالیٰ کفر چاہتا نہیں ہے (یعنی مخلوق کی چاہت آگے ہے اور اللہ تعالیٰ کی چاہت پیچھے ہے (نعوذ باللہ) اور مخلوق پیدا کرنے والی ہے اللہ تعالیٰ خالق نہیں ہے اس کا)۔ کتنے خالق ٹھہرے؟ دو نہیں، (سبحان اللہ) ہر عمل کرنے والا کرنے والا خالق ٹھہرانا عجب بات ہے واللہ "الأمر أنف"!

پھر واصل بن عطاء اور عمرو بن عبید نے (یہ معتزلی ہیں) پہلے دو مراتب کا اقرار کیا اپنی مرضی سے سلف کے قول کے مطابق نہیں اور ان کے اقرار میں بھی انکار ہے لیکن تب بھی ظاہراً انکار کیا لیکن باقی جو دو مرتبے ہیں ان کا انکار کیا ہے کہ مشیئت کا انکار ہے اور خلق کا انکار ہے۔ کس نے کیا ہے؟ معتزلہ نے۔

قدریہ نے انکار کیا پہلے دو مرتبوں کا جب پہلے دو کا انکار ہوا تو باقی دو کا انکار ہوا کہ نہیں؟ اس لیے قدریہ سے پہلے دو کا انکار ثابت ہے اور معتزلہ کا آخری دو کا انکار ثابت ہے اور حقیقتاً سب کے منکر ہیں۔

"قَالَ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا"(جواب کیا فرمایا سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے)۔اب یہ دیکھیں قرآن کی تلاوت کرنے والے ہیں، علم حاصل کرنے والے ہیں اور بھی خوبیوں کے حامل ہیں۔یعنی ظاہراً قرآن پڑھتے ہیں کلمہ نہیں پڑھتے؟ کیا خیال ہے کلمہ پڑھتے ہیں کہ نہیں؟ کافر قرآن پڑھتے ہیں کیا کافر طلب علم کے پیچھے لگتے ہیں؟! نہیں۔یعنی کلمہ بھی پڑھتے ہیں، قرآن بھی پڑھتے ہیں اور طلب علم کے لیے بھی جدوجہد کرتے ہیں، نماز بھی پڑھتے ہیں اور بھی اچھے کام کرتے ہیں۔جواب سنیں، اس عظیم صحابی کا جواب سنیں:

"قَالَ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ فَإِذَا لَقِيتَ أُولَئِكَ"(اگر ان سے ملاقات ہو تم لوگوں کی)"فَأَخْبِرْهُمْ"(ان کو یہ خبر دینا) "أَنِّي بَرِيءٌ مِنْهُمْ وَأَنَّهُمْ بُرَآءُ مِنِّي "(کہ میں ان سے بری ہوں اور وہ مجھ سے بری ہیں)"وَالَّذِي يَحْلِفُ بِهِ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ" (اور جس چیز پر عبداللہ بن عمر قسم کھا رہا ہے)"لَوْ أَنَّ لِأَحَدِهِمْ مِثْلَ أُحُدٍ ذَهَبًا فَأَنْفَقَهُ"(اگر کسی کے پاس اُحد کے پہاڑ کے برابر سونا ہوتا اور وہ اسے اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کر دیتا)"مَا قَبِلَ اللَّهُ مِنْهُ"(اللہ تعالیٰ اسے کبھی قبول نہ فرماتا) "حَتَّى يُؤْمِنَ بِالْقَدَرِ"(جب تک کہ وہ تقدیر پر ایمان نہیں لاتا)۔

پھر آگے فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے والد سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے سنا کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے (وہ جو قصہ ہے سیدنا جبریل علیہ الصلاۃ والسلام کی مشہور و معروف حدیث اسلام کے مراتب کے تعلق سے) پھر یہ حدیث کی continuation ہے۔

تو اس حدیث کو شیخ صاحب نے سب سے پہلے بیان کیا ہے کتاب صحیح مسلم ہے اور اس میں دو تابعین ہیں، صحابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے تینوں کا موقف کیا ہے؟ قدریہ اہل بدعت میں سے ہیں بدعتی گروہ ہے۔ان کے ساتھ کیا ان کا موقف تھا کیا تعلق تھا؟ میں ان سے بری وہ مجھ سے بری۔ارے قرآن تو پڑھتے ہیں! (بری ہوں)، طالب علم

ہیں! (بَری ہوں)، نماز بھی پڑھتے ہیں! (تب بھی بَری ہوں)۔ اہل بدعت سے برأت کا اظہار اس سے بڑھ کر وضاحت کوئی چاہتا ہے کوئی ڈھکی چھپی بات ہے؟ کوئی indirect بات ہے یا سیدھی بات ہے؟ واضح لفظوں میں ہے۔ برأت کا کیا مطلب ہے؟ یعنی میرا ان سے کوئی تعلق ہی نہیں ہے دنیا سن لے، اور چودہ سو سالوں سے دنیا سن رہی ہے اور دیکھ رہی ہے۔ اس زمانے سے لے کر آج تک برأت کا اظہار جو بھی صحیح مسلم پڑھتا ہے پہلی حدیث تو یہ برأت پڑھتا ہے کہ مسلمان بھی مسلمان سے بَری ہو جاتا ہے یا مسلمان بھی دوسرے سے بَری ہو جاتا ہے جب وہ شخص بدعتی ہوتا ہے تو برأت کا اظہار کیا جاتا ہے۔

2-دوسری دلیل "وعن عمر بن الخطاب رضي الله عنه" (سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے) "أنه قال" (انہوں نے فرمایا) "إِيَّاكُمْ وَأَصْحَابَ الرَّأْيِ" (میں تمہیں آگاہ کرتا ہوں اصحاب الرائی سے) "فَإِنَّهُمْ أَعْدَاءُ السُّنَّةِ" (یہ سنت کے اعداء ہیں سنت کے دشمن ہیں) "أَعْيَتْهُمُ الأَحَادِيثُ أَنْ يَحْفَظُوهَا" (ان کو حدیث کی حفاظت (حفظ کرنا حفاظت کرنا) مشکل پڑ گیا) "فَقَالُوا بِالرَّأْيِ" (تو اپنی رائے کی بنیاد پر باتیں کرتے رہے ہیں) "فَضَلُّوا وَأَضَلُّوا" (پس خود بھی گمراہ ہوئے اور دوسروں کو بھی گمراہ کیا)۔ "رواه ابن أبي شيبه" (اسے ابن ابی شیبہ رحمۃ اللہ علیہ نے مصنف میں روایت کیا ہے)۔

پہلی حدیث تھی دلیل، دوسرا اثر ہے۔ پہلی حدیث کیوں کہتے ہیں ہم؟ کیونکہ اثر تو ہے لیکن اس کا ثبوت حدیث میں آیا ہے لیکن جہاں تک ابھی ہم نے بات کی ہے یہ اثر ہے پہلا جو تھا سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا یہ اثر ہے، جب حدیث کے ساتھ بیان کرتے ہیں پورا قصہ پھر حدیث بن جاتی ہے لیکن جہاں تک ابھی بیان کیا ہے شیخ صاحب حفظہ اللہ نے یہ اثر ہے۔

تو سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا اثر سب سے پہلے ہے اور پھر سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا اثر جس میں "إِيَّاكُمْ" وعید کا لفظ ہے جس میں کسی چیز سے متنبہ اور تحذیر کرنا مقصود ہو۔ "إِيَّاكُمْ وَأَصْحَابَ الرَّأْيِ" (میں متنبہ کرتا ہوں آگاہ کرتا ہوں اصحاب الرائی سے دوری اختیار کرو ان سے بچو)۔ اصحاب الرائی کون ہیں؟ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں "فَإِنَّهُمْ أَعْدَاءُ السُّنَّةِ" (سنت کے اعداء ہیں سنت کے دشمن ہیں)۔ کیسے کیوں دشمن بنے؟ "أَعْيَتْهُمُ الأَحَادِيثُ أَنْ يَحْفَظُوهَا" (جب حدیث کی حفاظت یعنی حدیث کو حفظ کرنا اور حدیث پر حفاظت بھی کرنا، حفظ، متن کو کرنا

حفاظت، سند کے ساتھ اس کو حفظ، محفوظ کر لینا ہے اپنی کتاب میں اور اپنے سینے میں بھی۔ حدیث کی حفاظت کیسے کی جاتی ہے؟ دو طریقوں سے کی جاتی ہے نا حافظے میں یعنی سینے میں اور کتابی شکل میں۔ جدوجہد ہے کہ نہیں؟ محنت ہے کہ نہیں؟ تو جب ان کے لیے یہ مشکل پڑ گیا یہ معاملہ تو پھر انہوں نے کیا کیا؟ بھئی کون جائے گا حدیث کے پیچھے ہم اپنی رائے کے مطابق قرآن مجید کی بات کرتے ہیں اور حدیث کی بات کرتے ہیں) قرآن کی تفسیر یا حدیث کی جو شرح ہے ہماری بھی تو عقل ہے ہم بھی تو عربی جانتے ہیں ہم نے بھی تو نصوص پڑھے ہیں، قرآن کو قرآن سے بھی جانتے ہیں قرآن کو حدیث سے بھی جانتے ہیں تو پھر ان سے اپنا خلاصہ لے لیتے ہیں جو بھی ہمارے پاس مادہ ہے علم کا۔ حدیث اگر کم بھی ہمارے پاس موجود ہے لیکن سمجھ تو ہمارے پاس ہے نا، علماء کے اقوال بھی ہمارے پاس ہیں (اپنے علماء ان کی طرح جو ہیں))۔

تو پھر ان کی باتوں کر لے کر اور نصوص کے تعلق سے اپنی بات کی اور اپنی رائے کی بنیاد پر انہوں نے تفسیر کی قرآن مجید کی اور احادیث پر بھی انہوں نے اپنی رائے کی بنیاد پر باتیں کی ہیں اور غلطی لازم ہوئی کہ نہیں؟ جب اپنی رائے کو مقدم کرتے ہیں ہماری رائے کیا ہے؟ عقل ہے۔ عقل دو کی برابر ہو سکتی ہے؟ نہیں ہو سکتی۔ اور کیا لازمی ہے کہ میری عقل ٹھیک ہے یا آپ کی عقل ٹھیک نہیں ہے یہ کس نے کہا ہے؟ ہماری عقل ناکارہ ہے جب تک کہ اسے شریعت کی حدود کے سانچے میں ناپا نہ جائے۔ یاد رکھیں کوئی بھی عقل بغیر شریعت کی حدود کے بے عقل ہے شریعت کی حدود ہی اس عقل کو چار چاند لگا دیتی ہے، اگر شریعت کی حدیں نہ ہوں تو انسان عقل سے (نعوذ باللہ) پتہ نہیں کیا کچھ نہ کرے انسان عقل سے مار کھاتا ہے نا! ابھی قدریہ نے کیا کیا ہے اصحاب الرائی نے کیا کیا ہے؟ عقل کو آگے کیا ہے نا۔ تو ملا کیا ہے ان کو سوائے ٹھوکروں کے۔

اصحاب الرائی دو قسم کے لوگ ہیں، ایک وہ لوگ ہیں احادیث کی بات بھی کرتے تھے لیکن حدیث میں کمزور تھے لیکن عقل کو آگے نہیں کرتے تھے اور اپنی رائے اپنے علم کے مطابق جو بھی نصوص ان کے پاس تھے ان کی اتباع کرتے تھے جیسا کہ امام ابو حنیفہ (رحمۃ اللہ علیہ) اور ان کے جو شاگرد یا ان کے جو استاد ہیں ان کو بھی اصحاب الرائی کہا جاتا ہے۔ ان کی

ضد میں اصحاب الاثر ہیں اصحاب الاثر وہ لوگ ہیں جو محدثین ہیں جنہوں نے حدیث کا اہتمام کیا۔ اصحاب الرائی یہ دوسرا گروہ تھا یہ دونوں اہل سنت میں ان کا شمار ہوتا تھا۔

پھر اصحاب الرائی میں سے ایسے لوگ بھی تھے جو عقل کو آگے کرتے تھے (ان کو بھی اصحاب الرائی کہا جاتا ہے جو رائے کو آگے کرنے والے ہیں) اور وہ اہل بدعت میں سے ہیں۔ اہل الکلام ہیں، معتزلہ اہل الرائی میں سے ہیں، جہمی اہل الرائی میں سے ہیں، اشاعرہ، ماتریدیہ سارے یہ سارے کے سارے لوگ جنہوں نے صرف اپنی رائے کو ہی آگے کیا ہے ہمیشہ۔

امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے کیا ثابت ہے؟ "إذا صح الحديث فهو مذهبي" یعنی ان کے پاس جو علم تھا وہ حدیث پر قائم تھا جب حدیث نہیں ملی تو اپنی رائے پر بات کی اجتہاد کیا مجتہد عالم ہیں اگرچہ محدثین نے اس کی بھی پکڑ کی ہے۔ ان میں سے ایک اور غلطی یہ تھی کہ مسئلے کو ہونے سے پہلے سوال کر دیتے تھے کہ اچھا اگر یوں ہوتا تو کیا ہوتا؟ اگر یہ ہوتا تو اس کا کیا جواب ہے؟ اگر یہ ہوتا تو کیا ہوتا؟ میں نے مثال بھی آپ کو دی تھی پہلے امامت کے بارے میں کہ اب امام ہے دو لوگ آگئے ہیں یا چار لوگ ہیں امامت کون کرے گا؟ قرآن کا جو زیادہ علم رکھتا ہے، اس کے بعد پھر سنت ہے پھر ان کی عمر ہے اس طریقے سے۔ وہ کہتے ہیں پھر اور پھر، اور اتنے آگے چلے گئے اگرا گرا گرا گر کرتے کرتے (نعوذ باللہ) ایسی باتیں کر دیں کہ واللہ عقل حیران ہوتی ہے کہ کیسے یہ چیزیں کتابوں میں آگئی ہیں کیا یہ مسلمان پڑھا رہے ہیں پھر؟! واللہ عجب بات ہے!

کہاں پر غلطی ہوئی ہے؟ اس رائے سے غلطی ہوئی ہے۔ اگرچہ امام ابو حنیفہ (رحمۃ اللہ علیہ) اس سے بری ہیں لیکن انہوں نے ایک یہ راستہ دکھایا ضرور ہے۔ اس قول سے امامت کے قول سے وہ بری ہیں لیکن یہ راستہ (سوال سے سوال نکلنے کا راستہ) انہوں نے دکھایا ہے ان کے شاگردوں نے دکھایا ہے جس کی وجہ سے پکڑ بھی ہوئی ہے اصحاب الرائی کی۔ تو یہ اصحاب الرائی اور وہ اصحاب الرائی میں زمین آسمان کا فرق ہے اور بعض لوگ خلط ملط کر دیتے ہیں، بات انصاف کی ہے۔

بعض لوگوں نے ان کو اہل بدعت کے ساتھ ملا دیا ہے (نعوذ باللہ) بعض لوگوں نے تکفیر کی ہے امام صاحب کی (رحمۃ اللہ علیہ کی) یہ بات غلط ہے یہ بات درست نہیں ہے، ان سے غلطیاں ہوئی ہیں اس میں کوئی شک نہیں ہے لیکن وہ جو غلطیاں ہیں ان کو کفر کی حد تک نہیں لے کر جاتیں، اور خلق القرآن سے رجوع ثابت ہے جیسا میں نے شرح عقیدۃ الطحاویہ میں بیان کیا ہے قاضی ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ امام صاحب نے رجوع کر لیا(خود گواہی دیتے ہیں)۔

خروج کے بارے میں بھی یعنی کسی نے کہا ہے "کہ اُن سے بھی اُن کا رجوع ہوا ہے اور کئی ایسی باتیں ہیں جو کفریہ باتیں تھیں ان کا رجوع بھی اُن سے ہوا ہے"۔

ایک چیز جو ہوئی ہے یا دو چیزیں جو پکڑی گئی ہیں کہ ایک تو رائے کی بات کہ ایسے مسئلے جو وجود میں نہیں ہیں ان کے بارے میں فتویٰ دینا۔ کسی نے پوچھا اگر ایسا ہوا تو کیا ہو گا؟ جواب دیتے تھے۔ سلف صالحین ان کے علاوہ اصحاب الأثر جو تھے وہ جواب نہیں دیتے تھے جب تک کہ مسئلہ ہوتا نہیں تھا وقوع پذیر نہیں ہوتا تھا اس کا جواب نہیں دیتے تھے، ہاں اگر مسئلہ ہو گیا ہے پھر جواب دیتے تھے اب مسئلہ ہوا نہیں ہے تو اس کے بارے میں کیوں کھوج میں پڑے ہو جب وقت آئے گا جواب مل جائے گا لیکن ابھی وقت آیا نہیں ہے، ایک مسئلہ، دوسرا اس سے پھر اور مسئلہ، اور کتابیں لکھ کر بھر دی ہیں۔ اور یہ لکھنا کب شروع ہوا؟ چوتھی صدی ہجری میں۔ پہلی بہترین صدیوں میں لکھا نہیں تھا فقہ موجود تھی لوگوں کے سینوں میں تھی علم میں تھی اور تلقی میں تھی لیکن بعد میں جب پھر لکھنا شروع کیا اور تعصب المذہب چوتھی صدی ہجری میں شروع ہوا تب یہ مصیبتیں سامنے آئیں اور یہ مسئلے جو ہیں آپس میں جو فقہی اختلافات ہیں اس حد تک بڑھ گئے کہ (نعوذ باللہ) ایک دوسرے کو یہود و نصاریٰ کی طرح سمجھنے لگے کہ بچے کی شادی بھی کرنی ہے تو ان کو منزلت اہل الکتاب میں نازل کر دیں، اہل کتاب کی کیونکہ لڑکیوں سے شادی ہو سکتی ہے تو اس لیے شادی ہو سکتی ہے ورنہ اس لائق تھے نہیں یہ لوگ۔ یہاں تک گر سکتا ہے مسلمان!

الغرض، تو اصحاب الرائی کی جب بات ہو تو انصاف کی بات ہے دونوں ایک جیسے نہیں ہیں، ایک وہ ہیں جو حدیث کی تعظیم کرتے ہیں دوسرے وہ جو حدیث کے دشمن ہیں۔ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی مراد کون ہیں؟ وہ نہیں ہیں

جو کہتے ہیں "إذا صح الحديث فهو مذهبي"۔ یہ حدیث کے دشمن ہیں؟! یہ سنت کے دشمن ہیں کیا خیال ہے؟! تو یہ بھی اصحاب الرائی میں سے ہیں کہ نہیں؟ ہیں، لیکن یہ وہ نہیں ہیں جن کے بارے میں سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرما رہے ہیں، سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں "فَضَلُّوا وَأَضَلُّوا" (پس خود بھی گمراہ ہوئے اور دوسروں کو بھی گمراہ کیا)۔

سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَبِحَمْدِكَ، أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ أَسْتَغْفِرُكَ وَأَتُوبُ إِلَيْكَ

یہ رسالہ ڈاکٹر مرتضی بن بخش (حفظہ اللہ) کے آڈیو درس (31: کن سلفیاً علی الجادۃ) سے لیا گیا ہے۔ سبق لسانی اور تعبیر کی غلطی کو درست نہیں کیا گیا ہے۔ قارئین کرام سے گزارش ہے کہ اگر کوئی اور غلطی نظر آئے تو ضرور آگاہ کریں اور اس خیر کے کام میں شامل ہو جائیں۔